منٹو کی جنس نگاری

ڈاکٹر شائستہ حمید خان، لیکچرر شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

Saadat Hassan Manto is an important pillar of Urdu fiction. In his fiction the bitter realities of life, woman and gender are important. The various pieces of his fiction has been rated as vulgar. This study focuses on the question that why did Manto write on gender. After all he wanted to expose the bitter realities of life. Infect Manto observed the facts around him and wrote with realism and neutral approach.

اُردو افسانے پر جو اثر موپساں نے ڈالا۔ اُردو افسانہ نگاری میں اس کا واحد نمائندہ منٹو ہے۔ جس طرح راجندر سنگھ بیدی نے روسی افسانہ نگار چیخوف سے اثر قبول کیا۔ غلام عباس نے بیلجیئم کے افسانہ نگار مارس میٹر لنک سے اثر قبول کیا۔ منٹو کا افسانہ ''ہتک'' ایسا ہی افسانہ ہے جیسا موپساں کا "Nabelen" ہے۔ دونوں افسانوں میں طنز کی کاٹ بڑی زور دار ہے۔ منٹو کو جہاں جنسی زندگی کے حوالے سے بحیثیت افسانہ نگار تسلیم کیا جانے لگا انہوں نے ۱۹۴۷ء کے فسادات سے متعلق لکھ کر اپنی پہچان کروائی۔ بقول محمد حسن عسکری: ''گندی سے گندی بات اچھا ادب بن سکتی ہے مگر جنسیت سے مغلوب ہو کر بڑا ادب پیدا نہیں کیا جا سکتا۔''[۱]

فسادات پر افسانے اور افسانچے لکھ کر فنکار اپنے دل کے جذبات کو بیان کرتا ہے۔ اس جذباتی کیفیت کے حوالے سے منٹو کے افسانوں کی تفصیل لمبی ہے جیسے ''کھول دو''، ''ڈارلنگ''، ''عزت کے لیے''، ''سہائے''، ''ٹھنڈا گوشت''، ''رام کھلاون''، ''وہ لڑکی''، ''پرنام کور''، ''مسٹر معین الدین''، ''موذیل''۔ ''کھول دو'' اور ''ٹھنڈا گوشت'' جیسے افسانے براہ راست فسادات سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ اس افسانوں میں منٹو نے داستان غم فساد کو بیان کیا ہے۔ انہی افسانوں کے ذریعے منٹو کو شہرت ملی۔ اس ضمن میں ڈاکٹر اے۔ بی اشرف:

> ''منٹو ایک ایسا حقیقت نگار ہے جو گندگی کے ڈھیر سے ناک پر رومال رکھ کر گزر نہیں جاتا، بلکہ وہ وہاں رُک جاتا ہے، اسی ڈھیر کو کریدتا ہے۔ اس میں وہ ہماری ترک شدہ اور ٹھکرائی ہوئی چیزوں کو ڈھونڈتا ہے۔ اس کچرے میں اس کو ہماری اخلاقی باختگی، ہماری خام کاری اور ہماری حرام کی کمائی کے نشانات کی تلاش ہوتی ہے۔ ہم اس سے خوف زدہ ہو جاتے ہیں لیکن یہ

بھول جاتے ہیں کہ منٹو بھی تو اس تعفن کو گوارا کرتا ہے اور اس کا آدرش یہ ہے کہ ہم بھی اپنے ضمیر کی آواز سنیں، اسے دبائیں نہیں لیکن اپنے آپ کو سیدھا کرنے کا حوصلہ کسی میں نہیں۔'' ۲

منٹو عورت اور مرد کے آزادانہ اختلاط کو پسند کرتا ہے مگر وہ بعض اقدار کو پسندیدگی کی نگاہ سے بھی دیکھتا ہے جیسے وہ دوست کی بیوی کو ورغلانا پسند کرتا ہے اسی طرح وہ دودھا پہلوان (پھندنے) محمد بھائی (سرکنڈوں کے پیچھے) ان کی (یزید) اور مسٹر معین الدین (پھندے) ان تمام کرداروں کا تعلق گناہ آلود زندگی سے ہوتا ہے۔ یہ زندگی کے وہ کردار ہیں جن کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لیکن ان تمام کرداروں کو منٹو نے معصوم دکھایا ہے۔

بقول منٹو:

''عورت کا وہ تصور جو ہم لوگ اپنے دماغ میں قائم کرتے ہیں، ٹھیک نہیں ہوسکتا۔ کس قدر افسوسناک چیز ہے کہ عورتوں کے ہمسائے ہو کر بھی ہم ان کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کر سکتے ،لعنت ہے ایسے ملک پر جو عورتوں کو ہم سے ملنے کیلئے روکے۔'' ۳

منٹو کے ہاں اس فرسٹریٹڈ فطری انسان کے کئی روپ ہیں۔ پہلا تو وہ ہے جس میں وہ گناہ اور گندگی میں گھرا نظر آتا ہے۔ طوائفیں، ان کے گاہک، ان کے دلال، اوباش مرد اور بدکار عورتیں۔ یہ سب منٹو کے کردار ہیں۔ یہ موجودہ سماج کی گناہ آلود جنسی زندگی کے چہرے ہیں۔ فطری جبلتوں کو جب بندشوں سے روکا جاتا ہے اور وہ ان بندشوں کو توڑ کر باہر نکل آتی ہیں تو جنسی زندگی میں افراتفری اور بے راہ روی ہی پیدا ہوسکتی ہے۔ اخلاقی بندشوں نے انہیں گناہ سے بچانے کے بجائے گناہ کی ہستیوں میں دھکیل دیا ہے۔

بقول ممتاز شیریں:

''منٹو کے افسانوں میں جنسی موضوعات کے باوجود لذتیت اور ترغیب کا عنصر بہت کم ہے۔ جنسی بدعنوانیوں کے افسانے پڑھ کر منٹو کا ردِعمل وہی ہوتا ہے جو افسانہ ''کھول دو'' کے ڈاکٹر کا ردِعمل ہے یعنی اس کی جنس عرق آلود ہو جاتی ہے اور عرقِ انفعال کے یہ قطرے موتی کے مانند قیمتی ہوتے ہیں۔'' ۴

منٹو کے تمام کردار عملی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ منٹو ان کے بارے میں جتنا جانتا ہے برملا ان کو بیان کر دیتا ہے۔ سبھی کردار آنکھوں کے گرد گھومتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ وہ ہماری آنکھوں کے آگے سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے ہیں۔ ان کے کردار نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور شراب کے بھی دلدادہ ہیں۔ منٹو نے زندگی کو کھل کر قاری کے سامنے رکھ دیا ہے۔

منٹو نے عورت کے بھی ہر رنگ و روپ کو موضوع بنایا، خاص کر طوائف کے کردار کو، خواہ اس کی طوائفیں کھلی ہوں یا ڈھکی چھپی ہوں، منٹو کی نظر نے اس کو ہر حال میں دیکھا ہے یعنی اپنی قوت مشاہدہ سے ان کے ہر نازنخرے کو بیان کیا ہے جو کسی طوائف میں پائے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر سلیم اختر منٹو کے اس مشاہدے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''منٹو نے اپنے افسانوں میں جنس کو عام زندگی سے الگ کر کے دیکھنے کی کوشش نہ کی چنانچہ

منٹو کے افسانوں میں جنس عام زندگی سے منقطع یا کوئی جداگانہ وقوع نہیں بلکہ منٹو کی جنس کا کمال ہے کہ اس نے جنس کے حوالے سے زندگی کو سمجھا اور سمجھایا۔'' ۵

منٹو کے افسانے ''ہتک'' کا کردار بھی سوگندھی جو بازاری عورت ہے۔ وہ بازاری عورت ہونے کے باوجود اپنے محبوب کی ہر خدمت کرنے کو تیار ہے۔ افسانے ''ہتک'' میں مادھو کا کردار ایک مفت خورے کا سا کردار ہے جو سوگندھی کو قیمتی مشورے تو ضرور دیتا ہے لیکن عملی طور پر سوگندھی سے تعاون نہیں کرتا۔ آخر ایک دن سوگندھی کے ہاتھوں اپنے عمل کی جزا لیتا ہے۔

''مادھو کے بچے تو آیا کس لیے، یہاں تیری ماں رہتی ہے اس جگہ، جو تجھے روپے دے گی؟ ہاتھ کوئی ایسا گبھرو جوان ہے جو میں تجھ پر عاشق ہوگئی ہوں کتنے کتنے مجھ پر رعب گھانٹتا ہے میں تیری ہوں کیا۔ بھک منگے تو نے اپنے آپ کو سمجھ کیا رکھا ہے۔'' ۶

منٹو کا قلم بڑی بے دردی سے معاشرے کا گھناؤنا چہرہ بے نقاب کرتا ہے۔ اس کے افسانے فحش نگاری کا نمونہ ہوتے ہیں۔ اس بارے میں منٹو کا اپنا مؤقف یہ ہے کہ:

''اگر آپ ان افسانوں کو برداشت نہیں کر سکتے تو اس کا سیدھا سادہ مطلب یہ ہے کہ یہ زمانہ ہی ناقابل برداشت ہے۔ میری تحریر میں کوئی نقص نہیں ہے، جس نقص کو مجھ سے منسوب کیا جاتا ہے دراصل موجودہ نظام کا نقص ہے۔'' ۷

منٹو اس عہد کا ادیب ہے جو داستانوں کے عہد سے آگے کا عہد ہے۔ یہاں انسان حقیقت کی گرم ریت پر کھڑا ہے۔ ایک غیر مطمئن زندگی گزارتا ہے۔ لہٰذا آج کا ادیب بھی ایک غیر مطمئن انسان ہے۔ وہ اپنے ماحول سے، اپنے نظام سے، اپنی معاشرت سے، اپنے ادب اور اپنے آپ سے بھی مطمئن ہوں۔ اس کی بے اطمینانی کو لوگوں نے مختلف نام دے رکھے ہیں۔ کوئی اسے ترقی پسند کہتا ہے، کوئی فحش نگار اور کوئی مزدور پرست۔ فحش نگاری کے حوالے سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان ادیبوں کے اعصاب پر عورت سوار ہے اس کا جواب منٹو نے دیا ہے کہ:

''آدم سے لے کر اب تک ہر مرد کے اعصاب پر عورت سوار رہی ہے اور کیوں نہ رہے۔ مرد کے اعصاب پر کیا ہاتھی گھوڑوں کو سوار ہونا چاہیے۔'' ۸

موجودہ ادب نے جنسی مسائل پیدا کئے ہیں بلکہ جنسی مسائل نے جدید ادب کو پیدا کیا ہے۔ اس حوالے سے ہم منٹو کے افسانوں کو معاشرتی عکاسی، خوردبینی جائزہ، بے رحمانہ نشتر زنی یا تہذیب وتمدن کی نوحہ گری تو کہہ سکتے ہیں فحش نگاری ہرگز نہیں۔ سید وقار عظیم منٹو کے مشہور افسانے ''ٹھنڈا گوشت'' کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''ٹھنڈا گوشت پڑھتے وقت کتنی ہی ناک بھوں کیوں نہ چڑھائے، اسے کتنا ہی مخرب اخلاق اور فحش وعریاں کیوں نہ کہے، اسے پڑھنے اور پسند کرنے والوں پر کتنی لعن طعن کیوں نہ کرے، وہ اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ ''ٹھنڈا گوشت'' میں فن کے مطالبات کا حق پوری طرح ادا کیا گیا ہے۔ جو کچھ بظاہر اخلاق کی بارگاہ میں مردود ہے، وہ فن کی بزم میں مقبول و

پسندیدہ ہے اور ''عریاں نگار'' اور ''بدنام'' منٹو کا سب سے بڑا انعام یہی ہے۔''۹

سعادت حسن منٹو آسان لفظوں سے شدید سے شدید جذبے کا اظہار کر دیتا ہے اور چھوٹے چھوٹے لفظوں میں نازک اور لطیف احساسات بیان کر جاتا ہے اور اس میں معنویت کا وصف بھی برقرار رہتا ہے۔ منٹو کی زبان افسانوں کے لیے بہت موزوں ہے۔ اس کے بہت سے افسانے صرف مکالموں پر مشتمل ہیں۔ بیانیہ انداز بھی اس کے افسانے کا خاص وصف ہے۔ اس لحاظ سے ''ممی''، ''کالی شلوار'' اور ''بابو گوپی ناتھ'' اہم ہیں۔

منٹو کے افسانوں میں طوائف، دلال، نوکر چاکر، اُستاد، پہلوان، کالج کے طلبہ وطالبات غرض ہر طبقے کے کردار ملتے ہیں۔ منٹو نے جن لوگوں کو قریب سے دیکھا اور پرکھا ہے انہی کو اپنے افسانوں میں جگہ دی ہے۔ یہ کسی ایک موضوع پر بحث نہیں کرتے بلکہ وہ پورے معاشرے کو اپنے افسانوں میں جگہ دیتا ہے۔ منٹو کرداروں کی عادات، ان کے جذباتی رویوں، ان کے خیالات اور ان کی نفسیات کو سامنے لاتا ہے۔ اس کے کردار فرشتے نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی اچھائیوں اور برائیوں سمیت ظاہر ہوتے ہیں۔

منٹو ایک صاحب اُسلوب افسانہ نگار اور صاحب طرز ادیب ہے۔ اس کے افسانے زبان و بیان کے اعتبار سے دوسروں سے مختلف ہیں۔ یہی منٹو کا کمال ہے۔ منٹو کے افسانوں میں زندگی کے مختلف رنگ نظر آتے ہیں۔ اس کو سمجھنے والے بہت کم تھے۔ کم فہم لوگوں نے اس پر مقدمے دائر کر کے اپنی کم فہمی اور کم سمجھی کا ثبوت دیا ہے۔ ابو اللیث صدیقی ایک واقعہ کے راوی ہیں۔ منٹو نے کچھ لوگوں کے سامنے ایسا افسانہ پڑھا:

> ''اس میں ایک اجڈ سپاہی کا کردار تھا جو بات بات پر گالی بکتا تھا اور اکثر گالیاں مغلظات تھیں۔ لوگ منٹو پر برس پڑے۔ اس نے بار بار سمجھانے کی کوشش کی۔ گالی منٹو نے نہیں بکی۔ اس سپاہی نے بکی۔ یہ جہاں آپ کو ہاتھ لگے اس کی توضیع کریں۔ منٹو نے اسے پیش کر دیا۔ اس افسانے میں اور کئی باتیں بھی ہیں۔ آپ اسی گالی کے پیچھے پڑ گئے۔ ان باتوں کو دیکھنے اور سننے کے لیے آمادہ نہیں۔ آپ کا جی چاہے، آپ گالی دے لیں لیکن افسانہ ضرور پڑھنے کی کوشش کریں۔''۱۰

جنسی افسانوں کی وجہ سے منٹو مشہور بھی ہوا اور انہی کی وجہ سے اس کی زندگی میں مصیبتیں بھی آئیں۔ منٹو نے وہ لکھا جو اس کی آنکھ نے معاشرے میں ہوتے ہوئے دیکھا۔ منٹو نے اپنے کئی افسانوں میں اخلاقی جواز پیدا کیا ہے۔ منٹو اور منٹو کے افسانے دل و دماغ میں اُترتے ہیں۔ ان کے لیے انسانوں کے دل کی کھڑکیاں ہمیشہ کھلی رہتی ہیں۔

بقول ڈاکٹر اطہر پرویز:

> ''کسی بھی فنکار کی شخصیت اور نفسیات کے عمیق مشاہدے سے اس کے اسلوب کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔''۱۱

حواشی:

۱۔ گوپی چند نارنگ، اُردو افسانہ روایت اور مسائل، لاہور: سنگِ میل پبلشرز، ۲۰۰۲ء، ص: ۱۹۳
۲۔ ایضاً، ص: ۲۰۸
۳۔ علی ثنا بخاری، ڈاکٹر، سعادت حسن منٹو، لاہور: منٹو اکادمی، مئی ۲۰۰۶ء، ص: ۱۳۷
۴۔ انوار احمد، ڈاکٹر، اُردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء، ص: ۳۶۸
۵۔ ایضاً، ص: ۳۸۱
۶۔ مبین مرزا، سعادت حسن منٹو: شخصیت اور فن، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۷ء، ص: ۵۵
۷۔ وقار عظیم، پروفیسر، داستان سے افسانے تک، لاہور: الوقار پبلشرز، ۲۰۰۲ء، ص: ۳۳۹
۸۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، افسانہ اور افسانہ نگار، لاہور: سنگِ میل پبلشرز، ۱۹۹۱ء، ص: ۸۸
۹۔ شفیق انجم، ڈاکٹر، اُردو افسانہ، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۰۸ء، ص: ۱۲۵
۱۰۔ رونق جہاں بیگم، اُردو افسانے میں حقیقت نگاری، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۷ء، ص: ۱۶۹
۱۱۔ مشتاق احمد بیگ، اُردو افسانے میں بچوں کے کردار کا سماجی و نفسیاتی مطالعہ، لاہور: محبوب پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء، ص: ۲۰۰

♊